© rasailojaraid.com

ذبیح اللہ کون؟

رمضان یوسف سلفی ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے برگزیدہ بندوں میں سے تھے کہ جن کی ساری زندگی راہ اللہ کی آزمائشوں اور امتحانوں میں گزری۔ خلیل علیہ السلام ہر موقع پر ثابت قدم رہے۔ جس کا انعام اللہ تعالیٰ نے "انی جاعلک للناس اماما" "میں تمہیں سب لوگوں کا امام بناتا ہوں" کی صورت میں دیا۔ خلیل علیہ السلام جب بڑھاپے کو پہنچے تو دعا کی:

"رب ھب لی من الصالحین" "اے اللہ مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔"

دعائے خلیل بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی اور فرمایا گیا:

"فبشرنہ بغلام حلیم۔"

"ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی خوشخبری دی۔"

پھر یہی بچہ جس کی بشارت 'غلام حلیم' کہہ کر دی گئی تھی جب بڑا ہوا تو اس کے ذبح کا حکم ہوا، حضرت خلیل اللہ نے حکم الٰہی کے آگے سر مو انحراف نہ کیا اور اپنے پیارے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ پھر جب باپ اور بیٹے نے حکم الٰہی کی تعمیل میں اس کام کو پورا کرنا چاہا تو ارشاد ہوا اے ابراہیم!

قد صدقت الریا۔

"یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔"

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ کون سے فرزند تھے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا؟ اس سلسلہ میں دو مختلف قسم کی روایات ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جبکہ اہل کتاب حضرت اسحاق کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ کون سے فرزند تھے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا؟ اس سلسلہ میں دو مختلف قسم کی روایات ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جب کہ اہل کتاب حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم حقیقت جاننے کے لئے حقائق کی نقاب کشائی کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے اہل کتاب کا دعویٰ پیش خدمت ہے۔ بائبل میں مذکور ہے:

"خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابراہیم اس نے کہا میں حاضر ہوں تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔" (پیدائش باب ۲۲، فقرہ ۱۔۲)

بائبل کی اس عبارت سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی مانگی گئی تھی اور دوسرا یہ کہ وہ اکلوتے تھے۔ حالانکہ بائبل کے دوسرے مقامات سے یہ چیز ثابت ہے کہ حضرت اسحاق اکلوتے نہ تھے، اس کی یہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

"اور ابرہام کی بیوی ساری کی کوئی اولاد نہ ہوئی اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور ساری نے ابرہام سے کہا کہ دیکھو خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا شاید اس سے میرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھر آباد ہو' اور ابرہام نے ساری کی بات مانی اور ابرہام کو ملک کنعان میں رہتے ہوئے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے' اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہو گی۔" (پیدائش باب ۱۶' فقرہ ۱ تا ۴)

اسی باب کے فقرہ نمبر ۱۱ میں ہے کہ "خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا' اس کا نام اسماعیل رکھنا۔" اور بائیبل ہی سے ثابت ہے کہ اسماعیل اور اسحاق کی ولادت میں چودہ برس کا وقفہ ہے یعنی اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ۱۴ برس چھوٹے ہیں۔ چنانچہ مذکور ہے کہ "اور ابرہام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرہام نے اپنے اس بیٹے کا نام اسماعیل رکھا اور جب ہاجرہ سے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرہام چھیاسی برس کا تھا۔" (پیدائش باب ۱۶' فقرہ ۱۵۔۱۶)

اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے' سو اس کو ساری نہ پکارنا' اس کا نام سارہ ہوگا اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا۔ یقیناً میں اسے برکت دوں گا قومیں اسی کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ پیدا ہوگا اور کیا سارہ جو نوے برس کی ہے سے اولاد ہوگی؟ اور ابرہام سے خدا نے کہا بے شک تیری سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا تو اس کا نام اضحاق رکھنا' جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہوگا۔" (پیدائش باب ۱۷ فقرہ ۱۵ تا ۲۲)

اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابرہام سو برس کا تھا۔ (پیدائش باب ۲۱ فقرہ نمبر ۵)

ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اسکا ختنہ ہوا اور جب اس کے بیٹے اسماعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرا برس کا تھا۔ ابرہام اور اس کے بیٹے اسماعیل کا ختنہ ایک ہی دن ہوا۔ (پیدائش باب ۱۷' فقرہ ۲۴۔۲۵)

ان مذکورہ عبارات سے بائبل کی تضاد بیانی واضح ہے اور اس سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اور انہی کے ذبح کا حکم ہوا تھا نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اہل کتاب کے اس دعوئی کہ "اکلوتے بیٹے کی قربانی مانگی گئی تھی" کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان (عیسائیوں) کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جناب ابراہیم کو اپنے اکلوتے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا' لیکن صرف اس لئے کہ یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں' انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیل سے ہٹا کر حضرت اسحاق کو دے دیا اور بے جا تاویلیں کر کے اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل ڈالا اور کہا کہ ہماری کتاب میں لفظ "وحيدك" ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے' وہ ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت اسماعیل تو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے' یہاں خلیل اللہ کے ساتھ صرف اسحاق تھے' لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ وحيدك صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہے جس کا اور کوئی بھائی نہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۴' صفحہ ۳۷۴۔۷۵)

بائبل کے بعد اب ہم اسلامی روایات کو دیکھتے ہیں۔ مفسرین نے صحابہ و تابعین کی جو روایات نقل کی ہیں ان میں سخت اختلافات پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف میں دو گروہ ہیں۔ ایک حضرت اسماعیل کے ذبیح اللہ ہونے کے قائل اور دوسرا گروہ حضرت اسحاق کے ذبیح اللہ ہونے کا دعوئی کرتا ہے۔ اس میں حسب ذیل بزرگوں کے اسماء گرامی ملتے ہیں:

حضرت عمر فاروقؓ' حضرت علیؓ' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ' حضرت عباسؓ' حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت ابوہریرۃؓ' قتادۃؒ' عکرمہؒ' حسن بصریؒ' سعید بن جبیرؒ' مجاہد' شعبی' مسروق' مکحول' زہری' عطاء' مقاتل' سدی' کعب' زید بن اسلم وغیرہ ہیں۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس گروہ میں حسب ذیل بزرگوں کے نام ہیں:

حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت علیؓ' حضرت عبداللہ بن عمرؓ' حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت ابوہریرۃؓ' حضرت امیر معاویہؓ' عکرمہؒ' مجاہد' یوسف بن مہران' حسن بصری' محمد بن کعب قرظی' شعبی' سعید بن مسیب' ضحاک' محمد بن علی بن حسین (محمد باقر)' ربیع بن انس' احمد بن حنبل وغیرہم۔

ان دونوں فہرستوں کا تقابل کیا جائے تو متعدد نام ان میں مشترک نظر آئیں گے۔ یعنی ایک ہی بزرگ سے دو مختلف قول منقول ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس سے عکرمہ یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ صاحبزادے اسحاق تھے۔ مگر انہی سے عطاء بن ابی رباح یہ بات نقل کرتے ہیں کہ:

زعمت اليهود انه اسحق وكذبت اليهود.

"یہودیوں کا یہ دعوئی ہے کہ وہ حضرت اسحاق تھے مگر یہودی جھوٹ کہتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔" اسی طرح حضرت حسن بصری سے ایک روایت ہے کہ وہ حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کے قائل تھے مگر عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ حسن بصری کو اس امر میں کوئی شک نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم کے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔ (تفہیم القرآن جلد ۴، صفحہ ۲۹۸)

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دیتے وقت غلام حلیم (بردبار لڑکے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں صاحبزادوں کی دو نمایاں الگ الگ صفات تھیں اور ذبح کا حکم "غلام علیم" کے لئے نہیں بلکہ "غلام حلیم" کے لئے تھا۔

اور پھر قرآن مجید میں جہاں اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی ہے وہاں ان کیلئے "غلام علیم" (علم والے لڑکے) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

اختلاف روایت کی بناء پر علماء اسلام میں سے بعض نے تو پورے وثوق سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے حق میں رائے دی ہے اور بعض نے قطعی طور پر حکم لگایا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے اور بعض تذبذب میں ہیں۔ لیکن اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ امر ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ دور کیوں جائیں' قرآن مجید ہی کو دیکھ لیں جہاں بیٹوں کی ترتیب' کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے:

"الحمد لله الذی وهب لی علی الکبر اسماعیل و اسحق۔" (سورۃ ابراہیم آیت ۳۹)

اور پھر قرآن مجید میں جہاں اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی ہے وہاں ان کے لئے "غلام علیم" (علم والے لڑکے) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

لا توجل انا نبشرک بغلام علیم۔ (الحجر ۵۳)

فبشروہ بغلام علیم۔ (الذاریات ۲۸)

مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنی تفسیر کے اندر آیت "فبشرنہ بغلام حلیم" کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"اس میں اختلاف ہے کہ یہ ذبیح لڑکا کون تھا' اسماعیل یا اسحاق۔"

فریقین کے اپنے اپنے دلائل اور اپنے اپنے خیالات ہیں مگر یہ آیت قرآن فیصلہ کرتی ہے کہ یہ لڑکا اسماعیل تھا کیونکہ انہی آیتوں میں اسحاق کا ذکر ذبیح لڑکے کے بیان کے بعد آتا ہے۔ جس کا شرح یوں ہے:

"و بشرنا باسحق نبیا۔"

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلیم اور ذبیح لڑکا اسماعیل تھا اور اسحاق الگ ہے۔ جس کو اس قصہ پر عطف کے ساتھ بیان فرمایا۔ (تفسیر ثنائی صفحہ ۵۴۱)

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے محمد بن کعب قرظی نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد قرآن میں خلیل اللہ کو حضرت اسحٰق کے پیدا ہونے کی خوشخبری کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا یعقوب نامی' جب ان کی اور ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کی اس سے پیشتر ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا' تو حضرت عمر نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے۔ میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گویا میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہوگئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا اے امیر المسلمین سچ تو یہ ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیل تھے لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے' اس حسد کے مارے یہودیوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نام لے دیا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۴ صفحہ ۳۷۸)

ایک غریب حدیث میں ہے کہ "شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا اچھا ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر کے پاس آیا' سنو! ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا' اے دو ذبیحوں کی نسل کے رسول ﷺ مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوائیے۔ اس پر آپ مسکرائے' ایک تو ذبیح اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ تھے اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی نسل سے آپ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر اردو' جلد ۴' صفحہ ۳۷۸، مختصر سیرت رسول شیخ عبداللہ صفحہ ۲۳)

"مختصر سیرت رسول ﷺ کی روایت میں "ولم ینکر علیہ" اور آپ نے اس کی تردید نہ کی' کے الفاظ ہیں۔ ایک روایت میں آپ فرماتے ہیں کہ "انا ابن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الذبیحین'' ''میں ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔'' (مختصر سیرت رسول' شیخ عبداللہ نجدی' صفحہ ۲۳ اردو ترجمہ ۵۱)

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ '' و اسمعیل هو الذبیح علی القول الصحیح والقول بانه اسحق باطل۔'' ''صحیح قول کے مطابق اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں اور اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا قول باطل ہے۔ (مختصر سیرت رسول' شیخ عبداللہ نجدی' صفحہ ۸' اردو ترجمہ ۲۵)

معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اس کے سینگ بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ: ''حضور صلی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ میں نے بھیڑ کے سینگ بیت اللہ شریف میں داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں' جاؤ اور اسے ڈھک دو۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ اس بھیڑ کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ اس مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی اس میں وہ جل گئے۔ یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اسی وجہ سے تو ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر وراثتاً چلے آئے' یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر' اردو ترجمہ جلد ۴' صفحہ ۳۷۷)

یہ بات صدیوں سے عرب کی روایات میں محفوظ تھی کہ قربانی کا یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا تھا اور صرف روایات ہی نہ تھی بلکہ اس وقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک مناسک حج میں یہ کام بھی برابر شامل چلا آرہا تھا کہ اسی مقام منیٰ میں جا کر لوگ اسی جگہ پر جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی تھی' جانور قربان کیا کرتے تھے۔ پھر نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ نے بھی اسی طریقے کو جاری رکھا۔ حتیٰ کہ آج تک حج کے موقع پر ۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں قربانیاں کی جاتی ہیں۔

ساڑھے چار ہزار سال کا متواتر عمل اس عمل کا ناقابل انکار ثبوت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کا وارث نبی اسماعیل ہوئے ہیں کہ اسحاق۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں ایسی کوئی رسم کبھی جاری نہیں رہی ہے جس میں ساری قوم بیک وقت قربانی کرتی ہو اور اسے حضرت ابراہیم کی قربانی کی یادگار کہتی ہو۔ (تفہیم القرآن جلد ۴' صفحہ ۳۰۰)

سورۃ صافات کی آیات ۱۰۷ اور ۱۰۸ میں ارشاد ربانی ہے:

'' و فدینه بذبح عظیم و ترکنا علیه فی الاخرین۔''

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔''

اب ہو اسماعیل اور ہو اسحاق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں ذبح کی یادگار پانچ ہزار سال سے زائد عرصہ سے مسلسل چلی آرہی ہے اور کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام و نشان کبھی نہیں پایا گیا۔ ہم اس کی دلیل میں بائبل ہی کا ایک مقام یسعیاہ کی کتاب سے پیش کرتے ہیں' لکھا ہے کہ:

''اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپا لیں گی۔ مدیان اور عیفان کے اونٹ' وہ سب جو سبا کے ہیں' آئیں گے' وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس ہوں گی' نبیت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ (باب ۶۰' فقرہ ۶۔ ۷)

مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب ہو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور نبیت خاص اسماعیل کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک مذبح کہنا اور اس

''صحیح علم تو خدا ہی کو ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد کعب احبار ہیں جو خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قدیمی کتب کی باتیں سناتے تھے۔ لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنا شروع کر دی اور صحیح و غلط کی تمیز اڑ گئی۔ حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر' اردو ترجمہ' جلد ۴' صفحہ ۳۷۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے، موجود ہونا ایک روشن دلیل ہے اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا جو اسماعیل کی جائے سکونت ہے اور جس کے ارد گرد ان کی اولاد قیدار اور نبیت کی نسلیں آباد ہوئیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہات کا انکار ہے۔ (ماخوذ رحمت العالمین از قاضی سلیمانؒ حصہ دوم صفحہ ۴۹)

ان دلائل کو دیکھنے کے بعد یہ بات قابل تعجب ہے کہ امت مسلمہ میں حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کا خیال کیسے پھیل گیا۔ یہود نے اگر حضرت اسماعیل کو اس شرف سے محروم کر کے اپنے دادا اسحاق کی طرف اسے منسوب کرنے کی کوشش کی تو یہ ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن آخر مسلمانوں کے ایک گروہ نے اس دھاندلی کو کیسے قبول کر لیا۔ اس کا بہت ہی عمدہ اور شافی جواب علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یوں دیا ہے لکھتے ہیں:

"صحیح علم تو خدا ہی کو ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد کعب احبار ہیں جو خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قدیم کتب کی باتیں سناتے تھے۔ لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنا شروع کر دی اور صحیح و غلط کی تمیز اڑ گئی۔ حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔" (تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ، جلد ۴، صفحہ ۳۷۸)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہی لقب ہے اور صحیح اقوال سے یہی ثابت ہے۔

بقیہ: حج مبرور

سے کر تے رہے اور انشاء اللہ آپ کو پورا ثواب بھی ملے گا۔

حجاج کرام: ہماری تو ایک پائی بھی خرچ نہ ہوئی اور پورا ثواب کیسے ملے گا؟

عبداللہ بن مبارک: خلوص اور حسن نیت اور حسن عمل کی بناء پر۔

حجاج کرام: حضرت آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا تاکہ کھانے پینے اور تحائف خریدنے میں احتیاط سے کام لیتے۔ واللہ! ہم تو آج تک یہی سمجھتے رہے کہ آپ ہم پر ہمارا پیسہ خرچ کر رہے ہیں اور بارہا دیکھ کر ہمارے دلوں میں کھٹکا بھی پیدا ہوتا کہ ہمارا پیسہ اتنا تو نہ تھا جتنا خرچ ہو رہا ہے لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو جاتے کہ شاید اکٹھا کھانے اور اکٹھا خرچ کرنے اور اکٹھا خریدنے کی برکت ہو۔

عبداللہ بن مبارک: بھائیو! اگر میں پہلے بتا دیتا تو ممکن تھا کہ آپ مناسک حج میں وہ محنت نہ کرتے جو آپ نے اپنا پیسہ خرچ ہونے کے خیال سے کی۔ اب آپ کا حج بھی ہو گیا اور رقم بھی محفوظ رہی۔

حجاج کرام: حضرت آپ یہ رقوم اپنے پاس رکھئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسن نیت کا اجر بھی نصیب فرمائے گا اور عمل کا بھی۔ ہمیں یہ رقوم گھر لے جاتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔

عبداللہ بن مبارک: اللہ تعالیٰ آپ کو بھی آپ کی نیت اور حسن عمل کا ثواب دے گا اور مجھے بھی اور رقوم کی واپسی کے بغیر وعدہ بھی پورا نہ ہو گا۔ اللہ وعدہ پورا کیجئے۔

حجاج کرام اس منفرد جود و سخا اور اخلاص عمل پر دیوانہ وار شکریہ ادا کرنے لگے اور اپنی اپنی رقوم لے کر گھروں کو لوٹ گئے۔

بقیہ: وہی سے اثواب اللہ

میں تیری محبت پیدا کی۔ جنہوں نے تیرے آرام و آسائش کے لئے اپنا سکون تج کر دیا۔ اب جو وہی تیرا خالق جس نے تجھ کو دیکھنے کے لئے آنکھیں دیں، سننے کے لئے کان، چلنے کے لئے پاؤں، سوچنے کے لئے عقل و فہم دیا۔ اگر وہ تجھ سے صرف اپنی پیشانی اس کے حضور سر بسجود کرنے کا حکم دے تو تو حیلے بہانے کرتا ہے۔ در در پر سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اس کے رستے میں نہ تیرے پاس وقت ہے اور نہ مال، جان تو نچھاور کرنا دور کی بات تو اتنا سہل پسند ہو گیا ہے کہ ایک کانٹا بھی چبھ جانا تجھے ناگوار گزرتا ہے۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو قوموں کی حیات و ترقی میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ تمام قربانی میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ جن میں ایثار، جہاد، قربانی، اعتماد باللہ اور اعتماد بالنفس اور سرفروشی و جانبازی جیسی صفات شامل ہیں۔

اپنے گریبان میں جھانک کر اس بات پر غور کریں کہ ایک قصاب کے گوشت اور ہمارے قربانی کے گوشت میں کیا فرق ہے۔ اگر ہماری قربانی کا محرک حصول رضائے الٰہی ہے، اور اپنے شب و روز میں ایمانی حرارت اور بے چینی کی ہی حکمرانی ہے تو پھر یقین کیجئے کہ ہماری قربانی پر دربار الٰہیہ میں ہمدردانہ غور بھی کیا جائے گا۔ چلئے اور خلوص نیت کے ساتھ بغیر کسی نام و نمود کے "بسم الله الله اكبر الله اكبر" کے ترانے الاپتے ہوئے "اللهم منك ولك" کی نغمہ سرائی کرتے ہوئے جانور کے گلے پر چھری پھیر دیجئے۔

© rasailojaraid.com